خِطّہ مُلتان میں اُردُو زبان کی لسانی تشکیلات

ڈاکٹر انوار احمد* عذرا بتول**

Abstract:

The multiple influence of Ismailis over Multan expendent in their four hundreds years role before Sultan Mehmood Ghaznavi. tride to eradicate them so, Multan become the greatest centre of Islamili Sufis and saints. And it became a safe heaven for them. Ismaili saints Syed Salahuddin Muhammad Noor Bakhsh Sabazwari and his son Shah Qasim Anwar Syed Shamus Din Multani started doing preaching journeys from Multan to whole of India. The Ginan (religious poetry) of these people is important because they manifert the important phase of the development of Urdu.

In this research article a view of the linguistic contstructions of urdu in Multan has been presented with ample example of early poetry of the saints and Ismaili preacher.

خِطّہ مُلتان میں اُردُو زبان کی لسانی تشکیلات کے عمل کا آغاز پہلی صدی ہجری سے ہوا۔ واقعہ کربلا کے بعد سادات اور علویوں نے اموی اور بعدازاں عباسی عہد میں حجاز و عراق سے نکل کر دنیا کے مختلف خطّوں میں پناہ لی اور اپنے نظریات کا خفیہ یا علانیہ پرچار شروع کیا۔ محمد بن قاسم کی واپسی کے بعد سندھ و ملتان میں سادات اور علویوں نے اپنے نظریات کی اشاعت کا کام تیز کر دیا۔ اسی مقصد کے تحت ابراہیم بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ نے سندھ و ملتان سے روابط قائم کیے اور ان علاقوں کے خفیہ دَورے کیے۔(۱) ۱۴۴ھ/۷۶۱ء میں عبداللہ اشتر بن محمد نفس زکیہ سندھ آئے(۲) ان کے ساتھ ان کے ہم خیالوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ مقامی آبادی سے ان کے سماجی رابطے کا اہم ذریعہ زبان تھی۔ یہاں آنے والے سادات اور علویوں نے مقامی زبان کو بول چال کی حد تک ہی اختیار نہ کیا بلکہ انہوں نے مقامی زبان میں تخلیقی اظہار بھی شروع کیا۔ عین الحق فرید کوٹی کی تحقیق کے مطابق ملتان کے لوگوں نے مقامی (ملتانی) زبان میں ابتدائی حسینی منقبت پہلی صدی ہجری کی ساتویں دہائی میں تخلیق کی۔(۳) ان عرب مسلمانوں کو جہاں مقامی زبانیں سیکھنا پڑیں وہاں آہستہ آہستہ ان کی اپنی زبان (عربی) اور تہذیب و تمدن بھی مقامی

* استاد شعبہ اُردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

** استاد شعبہ اُردو، گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین، ملتان۔

معاشرے پر اثر انداز ہونے لگے۔ یہ عمل سینکڑوں برس جاری رہا تب اس کے نتیجے میں ایک ایسی نئی زبان کا ڈھانچا تیار ہوا جسے پورے ہندوستان میں بولا اور سمجھا جانے لگا۔ زبان اُردُو کی ابتدائی لسانی تشکیلات کا عمل سالوں نہیں صدیوں پر محیط ہے۔ نصیر حسین خان خیالؔ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

> ''محمود غزنوی سے پہلے کے چار سو سال کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو ثابت ہوگا کہ وادیٔ سندھ کو ایک نئی زبان کے پیدا کرنے میں تقدم حاصل ہے۔ اس ترقی یافتہ بھاشا (اُردُو) کی تاریخ ترکوں اور مغلوں کے وقت سے نہیں بلکہ اس سے کئی صدی پیشتر یعنی اصل عربوں کے زمانہ سے شروع ہوئی ہے'' (۴)

ملتان اور سندھ میں لسانی تشکیلات کے سلسلے میں سندھ کے لسانی محققین نے اسمٰعیلی داعی سید نورالدین اور ان کے گنانوں کے حوالے دیے ہیں۔ (۵) ڈاکٹر نصر اللہ ناصر نے بھی سید نورالدین کی ملتان اور اوچ آمد کا ذکر کرتے ہوئے ان کی اس خطّے میں آمد کا سن ۱۰۷۹ء / ۴۶۲ھ بتایا ہے۔ (۶) جو سید نورالدین کی بجائے اسمٰعیلی داعی سید محمود سبزواری کی خطّے میں آمد کا زمانہ بنتا ہے۔ اسی لیے بعض سندھی محققین نے سید نورالدین کی تاریخ ولادت و وفات کے حوالے سے اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے ان تحفظات کی وجوہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''تاریخی اعتبار سے اس سے بھی زیادہ مشکل مسئلہ یہ ہے کہ وہ پیران جن سے گنان منسوب ہیں ان کی ولادت اور وفات کی تاریخیں غیر یقینی ہیں۔'' (۷)

سید نورالدین کا اصل نام سید صلاح الدین محمد نور بخش ہے اور ان کا شجرۂ نسب امام جعفرِ صادق سے جا ملتا ہے۔ ان کی تاریخ ولادت اپریل ۱۱۴۰ء / ۵۳۵ھ اور تاریخِ وفات ۱۲۶۴ء ہے۔ (۸) ان کے والد سید سلام الدین (۱۱۲۲ء تا ۱۱۷۹ء) تھے۔ سید صلاح الدین محمد نور بخش شاہ قاسم انوار، سید شمسؒ الدین ملتانی کے والد تھے۔ ان کی ملتان و سندھ آمد کا زمانہ ۱۱۶۶ء / ۵۶۲ھ ہے جو سید محمود سبزواری کی خطّے میں آمد کے ایک صدی بعد کا زمانہ بنتا ہے۔ انہوں نے زندگی کا بیشتر حصہ اشاعتِ دین کیلئے سیر و سیاحت میں گزارا۔ حضرت شاہ شمسؒ الدین ۱۱۶۵ء تا ۱۲۷۶ء (۵۶۰ھ تا ۶۷۵ھ) پہلی بار اپنے والد کے ہمراہ ۱۱۸۳ء میں ملتان اور سندھ آئے۔ سید صلاح الدین محمد نور بخش نے خطّے میں اس سے پہلے کیے گئے طویل تبلیغی دَوروں میں ایک نئے فرقے ''فرقۂ نور بخشیہ'' کی بنیاد رکھی تھی۔ (۹) سید صلاح الدین محمد نور بخش علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے زمانہ تھے۔ انہوں نے ایک کتاب فقہ آحوط بھی لکھی۔

آپ کو ’’پیرستگورنور‘‘ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ گلزارِ شمسؒ کے مؤلف نے ملفوظ کمالیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ سبزوار میں سید معین الدین حسن (چشتی اجمیری) نے بھی سید صلاح الدین سے ملاقات کی۔ (۱۰) سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے بھی اپنی کتاب تذکرہ اولیائے کرام میں خواجہ معین الدین چشتی کی سبزوار آمد کا ذکر کیا ہے۔ (۱۱)

سید صلاح الدین محمد نور بخش سے منسوب گنانوں کا لسانیاتی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ گنان ایسی ملی جلی زبان میں ہیں جو نہ مکمل سندھی ہے نہ گجراتی اور نہ ہی مکمل ملتانی بلکہ ان کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ یہ گنان الواعظ نورالدین بخش نے ملتان، لاہور، اوچ شریف، سیہون اور بھارت کے علاقوں حیدر آباد دکن، کچھ، گجرات اور کاٹھیاوار کے علاقوں سے گھر گھر جا کر جمع کیے اور انہیں چار جلدوں میں شائع کیا۔ (۱۲) اس سے پہلے یہ گنان سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتے آئے تھے۔ سید صلاح الدین محمد نور بخش کے گنانوں کی ملی جلی زبان پر بھی سندھی محققین نے اعتراضات کیے ہیں۔ ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے غلام محمد گرامی لکھتے ہیں:

> ’’برج بھاشا کے ساتھ اچکی (اوچ کے علاقے کی) اور ملتانی، گجراتی اور قدیم سندھی زبان کے درمیان آمیزش والی یہ زبان شاید محققوں کو قبول نہ ہو، تاہم آج سے ایک ہزار سال پہلے کی ابتدائی اور ارتقا پذیر سندھی زبان کو اگر دھیان میں رکھا جائے گا تو پھر شاید اسی لب و لہجے، اسلوبِ تحریر اور اندازِ بیان والی برج، سندھی، ملتانی اور سرائیکی آمیز زبان کو سندھی زبان کا اوائلی لہجہ کہا جا سکے گا۔‘‘ (۱۳)

پیر سید صلاح الدین محمد نور بخش کا درج ذیل گنان اس صورتِ حال کو واضح کر دیتا ہے:

کلمہ کہورے مومنو تمے مت جاؤرے بھول
راہ علی نبی جی کی ساچ ہے اے ہووگے سدا قبول
اے جی آل نبیوں تم کوں بھجیا اس دنیا کے بیچ
نماز بندگی کلمہ ہے ، اے ہے نعمت چیج (۱۴)

سید صلاح الدین محمد نور بخش کا یہ گنان اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اسے یاد رکھنے والے نے اپنی اصلی صورت میں ہی یاد رکھا ہے کیونکہ اب یہ زبان (جو اُردُو کی ابتدائی صورت ہے) ملتان، سندھ، گجرات، اوچ، کاٹھیاواڑ کسی ایک جگہ بھی نہیں بولی جاتی۔ یہ گنان اُردُو زبان کے اس تدریجی ارتقا کا آئینہ دار ہے جو آٹھویں صدی عیسوی سے گیارہویں صدی عیسوی تک برابر جاری رہا۔ بارہویں صدی میں یہ زبان اپنا بنیادی ڈھانچہ تشکیل دینے

میں کامیاب ہوگئی۔اس گنان کے الفاظ بھی ہمیں دعوت فکر دیتے ہیں مثلاً:

تمے	تم	ساچ	سچ
ہووگے	ہوں گے	کوں	کو
بھیجیا	بھیجا	چیج	چیز
اے	یہ	آل نبیوں	آل نبی

اس گنان کا لب ولہجہ بھی اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔اس میں مخاطب کو اچھے نام ''مومنوٗ'' سے پکارا گیا ہے۔ پھر''کہورے''''مت جاؤ رے'' بھی ایسا اندازِ تخاطب ہے جو ہمیں شاہ شمسؒ اور امیر خسروؒ کے ہاں بھی نظر آتا ہے۔گنان میں برج،عربی،فارسی،ہندی اور ملتانی و پنجابی کے الفاظ کو مہارت سے جوڑا گیا ہے اور یہ وہ زبان ہے جو ہندو مسلم ہر دو ثقافتوں کے ایک دوسرے پر اثرات کے نتیجے میں پیدا ہوئی اور آہستہ آہستہ پورے ہندوستان میں رابطے کی زبان بن گئی۔سید صلاح الدین محمد نور بخش نے ایک صدی تک اسلامی تعلیمات کو اسی عوامی زبان اور مقامی مذہبی اصطلاحوں کے ذریعے مقامی لوگوں تک پہنچایا اور ان تعلیمات کو منظوم بھی کیا تاکہ انہیں یاد رکھنے میں آسانی ہو۔ان منظوم نصیحتوں کو''گنان'' کا نام دینے والے بھی سید صلاح الدین محمد نور بخش ہی تھے۔(۱۵) خطّے میں اُردُو زبان کی لسانی تشکیلات اور اُردُو زبان کو تخلیقی سطح پر استعمال کرنے کا تجربہ سب سے پہلے انہی نے کیا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے تاریخ ادب اُردُو جلد اول میں سید صلاح الدین محمد نور بخش کا ذکر''گجری ادب کی روایت'' کے ذیل میں کیا ہے(۱۶)۔سید صلاح الدین محمد نور بخش کا تعلق سبزوار سے تھا اور تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے وہ تقریباً ایک صدی مسلسل سفر میں رہے اور دَورانِ سفر ہی شہید ہوئے۔(۱۷) برصغیر پاک و ہند میں اسمٰعیلی حکومت سب سے پہلے ملتان میں قائم ہوئی تھی اور ملتان اسمٰعیلی داعین کا سب سے بڑا محفوظ مرکز رہا تھا لہٰذا الہیثم،سید محمود سبزواری اور سید صلاح الدین محمد نور بخش سب ملتان آئے۔ایسی صورت میں سید صلاح الدین محمد نور بخش کو گجری شاعر قرار دینا درست نہیں۔اصل میں انہوں نے سندھ،ملتان،اوچ اور گجرات و دیگر علاقوں کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے ایک دوسرے سے جوڑ دیا تھا اور ان علاقوں میں گفتگو کے لیے وہ جو زبان استعمال کر رہے تھے وہ اپنی بنیادی ساخت کے اعتبار سے ملتانی تھی تاہم پورے ہندوستان میں سیاسی و معاشی اور معاشرتی ضرورت کے تحت کثرت سے استعمال میں آنے کی وجہ سے تمام علاقائی بولیوں کے اثرات اپنے اندر سموئے ہوئے تھی اور مختلف علاقوں کے

لوگ ایک دوسرے کی بات اسی زبان میں سمجھتے تھے جبکہ علاقائی زبانیں اپنے اپنے علاقوں تک محدود تھیں۔ ملتان کے قدیم تحریری آثار محفوظ نہیں ہیں کیونکہ ملتان سلطان محمود غزنوی کے بعد سے کئی صدیوں تک مسلسل حملہ آوروں کے زد میں رہا جبکہ گجری ادب میں سید صلاح الدین محمد نور بخش کے دوہوں کا ذکر ملتا ہے۔(۱۸) البتہ ان کا نام، پیدائش اور وفات کے سنین درست نہیں ہیں کیونکہ انہیں قیاس کیا گیا ہے۔ سید صلاح الدین محمد نور بخش کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی رقمطراز ہیں:

> ''۶۹۷ھ (۱۲۹۷ء) سے تقریباً سوا دو سو سال پہلے ہماری نظر سید نورالدین محمد عرف ست گرو (م ۱۰۹۴ء (۴۸۷ھ) کے ست پنتھی رسائل پر پڑتی ہے جن میں ہندو ویداور یوگ کو اسلامی تصوف کے رنگ میں بھجنوں اور گیان کے روپ میں مرتب کیا گیا ہے۔۔۔ یہ زبان آج بھی اتنی اجنبی معلوم نہیں ہوتی کہ اسے پہچانا نہ جا سکے۔۔ اس کے افعال، ترتیب، الفاظ اور جملے کی ساخت وہی ہے جو آج بھی اُردو زبان کی ہے'' (۱۹)

گجرات کے قدیم اُردو ادب کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گجرات کے صوفیائے کرام اور شعرا کے بعض جملے اور مصرعے اُردو کے نہیں خالصتاً ملتانی زبان کے ہیں۔ یہ جملے ملتان اور گجرات کے درمیان تہذیبی روابط کی دلیل ہیں۔ گجراتی صوفیائے کرام میں سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ قطب عالم (۱۴۵۳ء / ۸۵۷ھ) کے جو جملے تاریخوں میں محفوظ ہیں۔ انہیں اگر ملتانی لہجے میں پڑھا جائے تو خالص ملتانی زبان کے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ کیا ہے لوہ ہے کہ لکڑ ہے کہ پتھر ہے

۲۔ بھائی محمود خوش ہو، اساں تھیں وڈا، تساں تھیں وڈا، سانڈے گھر جلال جہانیاں آیا (۲۰)

گجرات کے قدیم اُردو شاعروں میں سلطان قلی قطب شاہ، ظل اللہ، وجہی، عوامی، جنیدی، امین، غلام علی، ابراہیم عادل شاہ، علی عادل شاہ ثانی، شاہ میراں جی، لطیف ابوالحسن تاناشاہ اور ولی دکنی کے علاوہ امیر خسروؒ، بھگت کبیر، بابا گورونانک، میر جعفر زٹلی وغیرہ کی شاعری میں بھی ملتانی زبان کے الفاظ و تراکیب موجود ہیں۔(۲۱)

خطّہ ملتان میں ایک نئی زبان کی تشکیل کی ایک شہادت تذکرۃ الملتان سے بھی ملتی ہے جو ملفوظات حضرت شاہ یوسف گردیزؒ کی مدد سے تالیف کیا گیا۔ اس تذکرے میں سید محمد یوسف گردیزی (سجادہ نشین خانقاہِ گردیز ملتان) حضرت شاہ یوسف گردیزؒ کی ملتان آمد (۱۰۸۸ء/۴۸۱ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''اس جگہ وارد ہوئے تو دریائے راوی کے کنارے پر شہر کو آباد کیا۔ چونکہ سندھ و لاہور و مارواڑ کے لوگ یہاں آ کر آباد ہوئے تھے اس واسطے ان سب کی زبانیں گھل مل کر ایک نئی طرح کی بولی نے رواج پایا۔'' (۲۲)

حضرت شاہ یوسف گردیز کے ملتان میں مستقل قیام کی وجہ سے مختلف زبانوں کے گھلنے ملنے کے عمل میں تیزی پیدا ہوئی اور اس کے نتیجے میں اُردو زبان کی تشکیل و ترویج کا عمل تیز ہوا۔ حضرت شاہ یوسف گردیز مختلف زبانوں کو مہارت سے بولتے تھے۔ جمالِ یوسف میں لکھا ہے:

> ''آپ ہر ملک کے آدمیوں سے خواہ ترک ہوں خواہ رے خواہ ہندی انہیں کی زبان میں باتیں کرتے تھے۔'' (۲۳)

حضرت شاہ شمس الدین سبزواری ملتانی (۱۱۶۵ء تا ۱۲۷۶ء یعنی ۵۶۰ھ تا ۶۷۵ھ) نے جن کا اصل نام سید شاہ قاسم انوار شمس الدین تھا، اسلامی عقائد کی اشاعت کیلئے ہزاروں میل کا سفر کیا اور ہندوستان کے ایک ایک کونے تک پہنچے۔ علی محمد جان چنارہ اُن کی تبلیغی سرگرمیوں کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

> ''پیر شمس کے کشمیر آنے کے بعد اہل کشمیر کی ایک بڑی تعداد ان کی مرید ہو گئی اور وہاں کے سلاطین بھی ان کے مریدوں کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ تمام پہاڑی تبت، کشمیر، گیلان، یارقند، اسکرند، پنجاب، ملتان وغیرہ میں یہ مشن برابر اپنا کام کر رہا تھا۔'' (۲۴)

سید شمس الدین سبزواری کے شوقِ سیاحت کی وجہ سے عوام الناس میں ان کا نام ''شمس پرندہ'' مشہور ہو گیا تھا۔ گلزارِ شمس کے مطابق آپ نے ملتان میں ۱۲۶۶ء/ ۶۶۵ھ مستقل سکونت اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے حکم پر اختیار کی۔ ایک سال بعد آپ کے دو بیٹے مع قافلہ سادات اسماعیلہ ملتان پہنچے اور ملتان ہی میں سکونت پذیر ہوئے۔ (۲۵) شاہ شمس الدین ۱۱۸۳ء میں اور پھر اس کے بعد مختلف دَوروں میں اپنے والد کے ہمراہ ملتان میں قیام پذیر رہ کر اپنے مریدین کا وسیع حلقہ پیدا کر چکے تھے۔

حضرت شاہ شمس الدین کے گنانون کی زبان سید صلاح الدین محمد نور بخش کے گنانوں کی نسبت زیادہ صاف اور رواں ہے اور ان گنانون سے معلوم ہوتا ہے کہ خطّۂ ملتان میں اُردو زبان اب ایک خود مختار زبان کے طور پر بولی اور سمجھی جا رہی تھی اور دیگر تمام زبانوں سے اخذ و قبول کے بعد ایک نئی شکل اختیار کر چکی تھی۔ پیر سید شمس الدین کا یہ

گنان اسی صُورتِ حال کا نمائندہ ہے:

اے جی تیری صورت کا پیر شمسؒ پیاسا
درشن دان دلا دو میرے صاحب
اب تیری محبت لاگی
اے جی تیری رمز کا پیا میں ہوں دیوانہ
عشق عقل بھلایا میرے صاحب
اب تیری محبت لاگی (۲۶)

سید شمسؒ الدین سبزواری نے اسمٰعیلی مشن کیلئے ہندوستان کے دُور دراز کے علاقوں کا جو سفر کیا ہے اس میں آپ کے مریدین بھی ہمراہ ہوتے تھے جو مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ایسے ہی ایک مرید سید نعمت اللہ بن عبد اللہ ۱۲۶۳ء/۶۶۲ھ میں آپ کے ساتھ ملتان آئے اور بعد ازاں شاہ شمسؒ کی اجازت سے دہلی و کشمیر کے سفر پر گئے۔

سید شمسؒ الدین کی ۱۲۶۶ء میں ملتان آمد پر شہر میں موجود دیگر صوفیوں نے ان کے ساتھ عدم تعاون کا رویہ اختیار کیا۔ اس کی وجوہات ذاتی کی بجائے سیاسی تھیں۔ سید شاہ شمسؒ اور ان کے والد ایک سو برس سے ان علاقوں میں تبلیغی کوششوں میں مصروف تھے اور اپنے مریدین کا وسیع حلقہ رکھتے تھے۔ ملتان میں موجود صوفیائے کرام حکومتِ دہلی کے وفادار تھے جبکہ سید شمسؒ الدین بادشاہانِ دہلی کے حمایت یافتہ نہ تھے۔ حضرت شمسؒ الدین ایک روز ملتان کی ایک مسجد میں تشریف لائے آپ کی بعض حرکات پر مسجد میں اعتراضات ہوئے تو آپ نے چند کرامات ظاہر فرمائیں اس پر لوگ آپ کے سامنے جھک گئے اور تعظیم دینے لگے۔ اس موقع پر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

من میرا مُصلےٰ اور اللہ میرا قاضی
کا (کیا) یا (یہ) ہماری مسیتاں (مسجدیں)
اندر بیٹھ میں میں نماز گزاروں
مورکھ کیا جانے طاعت ہماری (۲۷)

سید صلاح الدین نور بخش کے گنان میں لفظ ''یہ'' کیلئے ''اے'' کا استعمال کیا گیا ہے جبکہ درج بالا گنان میں ''یہ'' کیلئے ''یا'' کا استعمال کیا گیا ہے۔ جو زبان کی ارتقا پذیر صُورتِ حال کو واضح کرتا ہے۔

پیر سید شمسؒ الدین کے اس گنان میں عربی، فارسی، ہندی، برج اور پنجابی و سرائیکی کے الفاظ صاف پہچانے

جا سکتے ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ ہندو مسلم اشتراک کے نتیجے میں پیدا ہونے والی یہ زبان نہ صرف، صرف ونحو میں ملتانی زبان سے مماثل تھی بلکہ تذکیر و تانیث کے قواعد اور افعال مرکبہ و توابعات میں ملتانی زبان سے اشتراک رکھتی تھی اور تخلیقی سطح پر اس زبان کو استعمال کرنے والے پہلے شاعر سید صلاح الدین نور بخش تھے۔ سید شاہ شمسؒ نے انہی کے چھوڑے ہوئے نقوش پر اس تخلیقی کام کو آگے بڑھایا۔ شاہ شمسؒ نے ایک فارسی نظم میں اپنے والد سے ارادت کا اظہار کر کے واضح کیا ہے کہ وہ اپنے والد کے مُرید تھے:

صلاح الدین چو صلاح امان دین آمد
بغیر شمسؒ نداند کسے رازش
اے صلاح جہاں صلاح الدین
بر تو جاوید ان سلام علیک (۲۸)

شاہ قاسم انوار سید شمسؒ الدین کی شاعری کا ذکر کئی مستند کتابوں میں موجود ہے۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند کی چودھویں جلدیں میں یہ جملے تحریر ہیں:

''اسمٰعیلی لٹریچر کی مستند کتابوں میں ہمیں جناب شمسؒ سبزواری کی چند گربھیاں ملی ہیں جو انہوں نے ہندوؤں کو اپنے مذہب کی دعوت دیتے ہوئے کہی ہیں'' (۲۹)

ڈاکٹر نصر اللہ ناصر نے شاہ شمسؒ کے گنانوں کو سرائیکی کافی کی ابتدائی شکل قرار دیتے ہوئے انہیں صنف کافی کا پہلا شاعر قرار دیا ہے۔ (۳۰) شاہ شمسؒ کی شاعری کا تذکرہ عین الحق فرید کوٹی نے اپنے ایک مطبوعہ مضمون '' اسماعیلی بزرگوں کا عارفانہ کلام'' میں بھی کیا ہے۔ انہوں نے شاہ شمسؒ کے جس کلام کو سرائیکی قرار دیا ہے وہ سرائیکی کی بجائے اُردو کا ہے اور اس کا ذکر ہم شاہ شمسؒ کے گنانوں کے ذکر میں کر آئے ہیں۔ اس گنان کا پہلا مصرعہ ہے:

من میرا مصلیٰ اور اللہ میرا قاضی (۳۱)

شیخ محمد اکرام نے شاہ شمسؒ کو خوجوں کا دوسرا مبلغ قرار دیا ہے (۳۲) پروفیسر محمد امین نے شاہ شمسؒ کو ملتان میں اسماعیلی تصوف رائج کرنے والا لکھا ہے (۳۳) جبکہ ڈاکٹر غضنفر مہدی انہیں سرائیکی کا پہلا شاعر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بہاء الحق کے دَور میں فارسی، ہندی، کشمیری زبانوں کے بلند پایہ اور سرائیکی زبان کے پہلے شاعر حضرت شاہ شمسؒ تبریزی سبزواری ملتان تشریف لائے'' (۳۴)

ڈاکٹر روبینہ ترین نے شاہ شمسؒ کی شاعری کا ایسا نمونہ شاملِ کتاب کیا ہے جس میں شاہ شمسؒ نے اپنا نام استعمال کیا ہے۔

ماتھوں پتھر سوں کیوں بھنووے ہندوؤ
او ڑکھو نُر قاسم شاہ اوتار (۳۵)

علی محمد جان چنارہ نے تاریخِ فرشتہ کے حوالے شاہ شمسؒ کا جو شعر نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ شمسؒ شاعری میں اپنا نام قاسم شاہ اور پیر شمسؒ دونوں ہی استعمال کرتے تھے:

مانو قاسم شاہ نور نے رے غافلو آل امام کل مانھیں تینی کلاتھی اے اویارے غافلو مے پیر شمسؒ سوہی (۳۶)

درج بالا دونوں مصرعوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ شمسؒ نے لفظ ''نور'' کو بھی اپنے نام کا حصہ بنایا تھا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے والد سید صلاح الدین نور بخش کے مرید تھے۔ دوسرے یہ کہ ان کے والد نے نور بخشی فرقے کا آغاز کیا تھا اور لفظ ''نور'' اس خاص فرقے کی پہچان تھا۔ خطۂ ملتان میں اُردُو زبان کو بنیادی ڈھانچہ اور ایک نیا لب ولہجہ عطا کرنے میں اسمٰعیلی داعیوں اور پیروں کا کام سب پر حاوی ہے۔ اسمٰعیلی داعیوں میں سید محمود سبزواریؒ سے لے کر سید حسن کبیر الدین اور ان کے بعد ان کی اولادوں نے گیارھویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی عیسوی تک چار صدیوں میں برِصغیر پاک وہند کے کونے کونے میں پہنچ کر اسمٰعیلی دعوت کو عوامی زبان میں عوام تک پہنچایا۔ ان مبلغّین نے جن علاقوں کو بنیادی مراکز کے طور پر ترقی دی، ان میں سندھ، اُوچ، ملتان، گجرات، کاٹھیاوار، کشمیر اور تبت اہم ہیں۔ ملتان کے اہم تبلیغی مرکز ہونے کا ذکر پیر صدر الدینؒ کے ایک گنان میں بھی ملتا ہے۔ یہ گنان علاقائی زبان میں ہے:

''اے جیو آ وٗ شے داتار گڈھ ملتان پورے شہا پریان''
''اے بھائی مالک ملتان کے مرکز میں تشریف لائیں گے اور ہماری تمام امیدیں پوری کریں گے۔'' (۳۷)

سید محمود ثانی المعروف پیر سید صدر الدین حضرت شاہ شمسؒ کے پڑپوتے تھے۔ (۱۲۵۲ء/۶۵۰ھ) میں سبزوار میں پیدا ہوئے آپ ۱۲۶۶ء میں ملتان آئے (۳۸) اور پیر شمسؒ کی قربت میں رہے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے حضرت شاہ شمسؒ کے روضے کی تعمیر کروائی تھی۔ آپ حضرت شاہ شمسؒ کے حکم پر تبلیغ کے لیے طویل سیاحت پر نکلے اور عمر کا بیشتر حصہ سفر میں گزارا اور اسمعیلی دعوت کو ایک نئے جوش وجذبے کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا۔ انہوں نے

اپنے پیغام کو عوام تک پہنچانے کے لیے وہی طریقہ اختیار کیا جو سید صلاح الدین محمد نور بخش اور پیر شاہ قاسم انوار شمس الدین استعمال کر چکے تھے یعنی مذہبی و اخلاقی تعلیمات کو نظم کی شکل میں لوگوں کے دل و دماغ تک پہنچانا۔ اسمٰعیلی صوفیائے کرام نے انسانی نفسیات کے اس پہلو کو کہ وہ نثر کی بجائے نظم کو دلچسپی سے سنتا اور یاد رکھتا ہے اپنی تبلیغ کا جزو لاینفک بنالیا۔ اور اسی لیے یہ گنان مذہبی رسومات کا حصہ بنائے گئے اور انہیں جماعت خانوں میں گانے پر زور دیا گیا کہ اس طریقے سے پیغام مؤثر ترین اور محفوظ ترین صورت میں ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں نثری پیغام کو اس طرح یاد رکھنا اور نسل در نسل منتقل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مذاہب کی بنیادی تعلیمات و نصائح کو منظوم کیا جاتا ہے۔ بھجن، اشلوک، گربی، کافی، مرثیہ، نوحہ، گیت، گنان اور ڈوہڑہ جیسی اصنافِ نظم سے عام طور پر یہی کام لیا گیا ہے۔

پیر سید صدر الدین کے گنان تیرھویں صدی عیسوی میں اُردو زبان کی ارتقا پذیر صورت کے نمائندے ہیں۔ ان میں اپنے دَور کی معاشرتی صُورتِ حال اور اس حوالے سے بین السطور اخلاقی پیغام کی ترسیل کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ پیر سید صدر الدین کہتے ہیں:

اے جی عجب عجائب دیکھو مومن بھائی
کلجگ آیا کھوٹا جی رے
اے جی پیر ساتھے مرید لڑے گا
باپ کو مارے گا بیٹا جی رے (۳۹)

پیر صدر الدین کے گنانون کی فنی خوبیوں کو ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو نے بھی سراہا ہے وہ لکھتے ہیں:

''صدر الدین کا کلام بہت ہے......ان کے کلام میں زبان کی چاشنی اور حسن بیان کی بہت سی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ ان کی فصیح بیانی اور تشبیہوں کا استعمال ایک طرف، تو دوسری طرف ان کے تخیّل کی اُڑان بہت ہی متاثر کرتی ہے۔'' (۴۰)

پیر سید صدر الدین کے گنانوں کی زبان پر سرائیکی اور گجراتی زبانوں کے اثرات گہرے ہیں۔ ان کا ایک گنان اُردو کے مشہور شاعر ولی دکنی کے اشعار کی طرح ایسی اُردو میں ہے جسے ملتانی لہجے میں پڑھا جائے تو ملتانی زبان کا ہی محسوس ہوگا:

اے جی اوّل توں ہی آخر توں ہی

توں ہی توں سرجن ہاڑ اے جی

ظاہر توں ہی باطن تو ہی

توں ہی توں صاحب میرا اے جی (۴۱)

پیر سید صدرالدین نے لوہانہ قوم اور ہندوؤں کو اسمٰعیلی مذہب میں داخل کیا۔ ان کی وفات ۱۳۶۸ء / ۷۷۰ھ میں ہوئی۔ ان کا مزار ترنڈا ضلع بہاولپور میں ہے۔ پیر سید صدرالدین کی وفات کے بعد اسمٰعیلی دعوت کو عام کرنے کا کام ان کے بیٹے سید حسن کبیرالدین (کفر شکن) (۱۲۹۲ء / ۶۹۲ھ تا ۱۴۰۴ء / ۸۰۷ھ) نے کیا۔ ان کا شجرۂ نسب اسمٰعیلیوں کے پہلے داعی سید محمود سبزواری تک کچھ اسطرح ہے۔ سید حسن کبیرالدین بن سید صدرالدین بن سید شہاب الدین بن سید نصیرالدین بن سید شاہ قاسم انوار شاہ شمسؒ الدین بن سید صلاح الدین محمد نوربخش بن سید علی اسلام الدین بن سید علی خالدین بن سید محبّ الدین بن سید محمود سبزواری (۴۲) سید حسن کبیرالدین کے ساتھ ان کے بیٹے سید شاہ امام الدین (۱۳۲۹ء تا ۱۴۱۲ء) نے بھی گنانوں میں اسمٰعیلی دعوتِ اخلاق کو منظوم کیا ہے۔ سید حسن کبیرالدین کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے ہندوؤں کو اُوچ میں گنگا آشنان کرایا تھا۔ آپ نے ملتان کے حاکم سلطان حسین لنگاہ کے دَور میں وفات پائی۔ (۴۳) آپ کے بیٹے سید تاج الدین (۱۲۹۴ء / ۶۹۴ھ تا ۱۳۷۰ء / ۷۷۲ھ) بھی باکمال ولی تھے۔ ان کا مزار ضلع حیدرآباد (سندھ) میں ہے۔ ۹ ذوالحجہ کو ان کے عرس کے موقع پر اطراف عالم کے اسمٰعیلی اس میں شرکت کرتے ہیں۔ سید حسن کبیرالدین کے ایک فرزند سید جعفر شاہ (۱۳۳۷ء تا ۱۳۹۸ء) تبلیغی امور کی انجام دہی کے لیے کاٹھیاوار گئے تھے۔ انہوں نے وہیں وفات پائی۔ ان کا مزار بھی زیارت گاہ خلائق ہے۔ (۴۴)

شاہ قاسم انوار سید شمسؒ الدین ملتانی نے اپنے بیٹوں اور پوتوں کو تبلیغ اسلام کے لیے ہندوستان کے دُور دراز کے علاقوں میں روانہ کیا تھا۔ اسی لیے ان کی نسلیں برصغیر پاک و ہند کے دُور دراز علاقوں میں پھیل گئیں۔ ملتان، لاہور، ہزارہ، جالندھر، پٹیالہ، ریاست نابھہ (شاہ پور)، لدھیانہ، امرتسر، فیروز پور، گورداسپور، پسرور، نارووال، سیالکوٹ، کشمیر، ٹھٹھہ، دیبل، سکھر، حیدرآباد، کچھ، بہاولپور، اُوچ کے علاوہ حضرت شاہ شمسؒ کی اولادیں دیگر علاقوں میں آج بھی موجود ہیں۔ (۴۵)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ عتیق فکری، نقش ملتان (ملتان: فکری اکیڈمی و مجلسِ تاریخ وثقافت، طبع اوّل، ۱۹۸۹ء) ۳۰۱

۲۔ حوالۂ مذکور، ۳۰۲

۳۔ عین الحق فریدکوٹی، ''ذکرِ حسین پنجابی زبان میں''، ماہِ نو، (لاہور: جون ۱۹۸۴ء) ۲۷

۴۔ نصیر حسین خاں، خیال، داستانِ اُردُو (دکن: ادارۂ اشاعت، سن ن) ۲۷

۵۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر، لاڑ جی ادبی آئین ثقافتی تاریخ (جام شورو: انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی، ۱۹۷۷ء) ۱۷۲

۶۔ نصر اللہ ناصر، ڈاکٹر، سرائیکی شاعری دا ارتقا، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ پی ایچ ڈی (ملتان: جامعہ زکریاؒ، ۱۹۸۸ء) ۳۳۱

۷۔ نبی بخش خان، بلوچ، ڈاکٹر، سندھی بولی ائیں ادب جی تاریخ (جام شورو: پاکستان اسٹڈی سینٹر سندھ یونیورسٹی، طبع سوم ۱۹۹۹ء) ۱۹۶

۸،۹۔ ملک شاہ، سید، گلزارِ شمسؒ، ۳۱۶

۱۰۔ حوالۂ مذکور، ۳۳۷

۱۱۔ صباح الدین عبدالرحمٰن، سید، تذکرۂ اولیائے کرام (لاہور: ادبستان، نومبر ۱۹۹۵ء) ۳۹

۱۲۔ ان گنانوں کی چار جلدیں الواعظ اعتمادی نوردین حسین بخش، الواعظ رائی کمال الدین، الواعظہ رائی زرینہ کمال الدین، الواعظ رائی مھمد بچل، رائی شیخ اقبال نے ترتیب دے کر شائع کی ہیں اور انہیں شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجیس ایجوکیشن بورڈ برائے پاکستان شائع کیا ہے۔ مقالہ نگار کو گنان شریف جلد اوّل (۱۸۴صفحات) مطبوعہ ۲۰۰۲ء، گنان شریف جلد دوم (۲۰۷صفحات) مطبوعہ ۲۰۰۲ء، گنان شریف جلد سوم (۳۲۹صفحات) مطبوعہ ۱۹۹۴ء اور گنان شریف جلد چہارم (۳۲۰صفحات) مطبوعہ ۱۹۹۴ء برائے مطالعہ میسر آئیں۔

۱۳۔ غلام محمد گرامی، ''ادارتی نوٹ''، مہران ۲، ۱ (جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۶۰ء) ۱۴۸

۱۴۔ الواعظ اعتمادی نوردین حسین بخش و دیگر محققین و مرتبین، گنان شریف [جلد دوم] (کراچی: شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجیس ایجوکیشن بورڈ برائے پاکستان، ۲۰۰۲ء) ۵۹

۱۵۔ Ghulam Ali Allana, Dr., An Introduction to Sindhi Literature(Jam Shoro,Sindhi Adabi Board,1991)8

۱۶۔ تاریخ ادبِ اُردُو، جلد اوّل، مطبوعہ مجلسِ ترقی ادب، لاہور کے صفحہ نمبر ۸۷ تا ۹۴ پر گجری ادب کی ابتدائی ہندی روایت میں سید صلاح الدین محمد نور بخش کے گنانوں کے نمونے شاملِ تاریخ کیے گئے ہیں۔

۱۷۔ ملک شاہ، سید، گلزارِ شمسؒ، ۳۱۲

۱۸۔ سید صلاح الدین محمد نور بخش کے گنانوں کا ذکر سب سے پہلے گجرات کے جینی عالم ہیم چندر نے اپنی قواعد کی مشہور کتاب سدھہ ہیم چندر شبدانوشاسن میں کیا ہے۔ اس کی تفصیلات ڈاکٹر جمیل جالبی نے تاریخ ادب اُردو، جلد اوّل مطبوعہ مجلسِ ترقی ادب لاہور کے صفحہ نمبر ے پر ''تمہید'' کے زیرِ عنوان تحریر کی ہیں۔

۱۹۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اُردو، جلد اوّل، ۹۳

۲۰۔ حوالۂ مذکور، ۹۵

۲۱۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق نے ملتانی زبان اور اس کا اُردو سے تعلق کے بارھویں باب میں صفحہ ۵۴۳ تا ۵۶۶ پر تفصیلی بحث کی ہے۔

۲۲۔ سید محمد یوسف گردیزی، تذکرۃ الملتان، سید ابنِ حسن نجفی، مترجم (ملتان: ناشر حریاحی، شاہ گردیز، ۱۹۹۳ء) ۹۵، ملتان میں سندھ و لاہور و مارواڑ کے لوگوں کے آکر آباد ہونے کی بڑی وجہ اسمٰعیلی مبلغین ہی تھے۔ جنہوں نے ان علاقوں کو ایک لڑی میں پرو دیا تھا اور چونکہ ملتان اسمٰعیلی دعوت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس لیے دیگر علاقوں کے لوگ اس بڑے مرکز کی طرف منتقل ہوا کرتے تھے۔ لاہور میں سید محمود سبزواری اور ان کے بیٹوں نے اسمٰعیلی دعوت عام کرتے ہوئے شہادت پائی تھی۔

۲۳۔ یوسف شاہ ثانی، جمالِ یوسفؒ، مولوی اشفاق حسن، مترجم (ملتان: اخلاق بک ڈپو، اوّل، ۱۹۰۸ء) ۱۹

۲۴۔ علی محمد جان چنارہ، نورمبین وحبل المتین (بمبئی، ۱۹۳۶ء) ۴۸۴

۲۵۔ ملک شاہ سید، گلزارِ شمسؒ، ۳۳۷

۲۶۔ الواعظ اعتمادی نوردین حسین بخش ودیگر، گنان شریف [جلد دوم] ۷

۲۷۔ علی محمد جان چنارہ، نورمبین وحبل المتین، ۴۸۷، اس کے بارے میں مزید تفصیلات گلزارِ شمسؒ اور نورمبین حبل المتین میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

۲۸۔ ملک شاہ، سید، گلزارِ شمسؒ، ۳۱۷

۲۹۔ فیاض محمود، مدیر، تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان وہند، ج ۱۴ (لاہور: پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۱ء) ۲۷۴

۳۰۔ نصراللہ خان ناصر، ڈاکٹر، سرائیکی شاعری دا ارتقا، ۱۷۴

۳۱۔ عین الحق فریدکوٹی، ''اسماعیلی بزرگوں کا عارفانہ کلام''، ماہِ نو (لاہور: اکتوبر ۱۹۸۱ء) ۸

۳۲۔ محمد اکرام، شیخ، آبِ کوثر (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۷۵ء) ۳۴۴

۳۳۔ محمد امین، ڈاکٹر ''تصوف اور ملتان''، امروز [ملتان نمبر] (ملتان: ۲۸ جون ۱۹۷۸ء) ۶

۳۴۔ غضنفر مہدی، ڈاکٹر، ملتان کے قدیم علمی وادبی محسن، امروز ملتان نمبر (ملتان: ۲۸ جون، ۱۹۷۸ء) ۸

۳۵۔ روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ، ۱۸۰

۳۶۔ علی محمد جان چنارہ، نور مبین وحبل المتین، ۴۸۳

۳۷۔ الواعظ اعتمادی نوردین حسین بخش ودیگر، مرتبین،، گنان شریف [حصۂ سوم] (کراچی: شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلجس بورڈ، ۱۹۹۴ء) ۲۷، ۲۸

۳۸۔ سید ملک شاہ، گلزار شمسؒ، ۳۳۷

۳۹۔ الواعظ اعتمادی نوردین حسین بخش ودیگر مرتبین، گنان شریف [حصہ چہارم] (کراچی: شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلجس بور، ڈ ۱۹۹۴ء) ۶۱

۴۰۔ عبدالجبار جونیجو، ڈاکٹر، سندھی ادب جئی مختصر تاریخ (جامشورو: زیب ادبی مرکز، ۱۹۸۰ء) ۲۱۱

۴۱۔ الواعظ اعتمادی نوردین حسین بخش ودیگر مرتبین، گنان شریف، [جلد دوم] (کراچی، ۲۰۰۲ء) ۱

۴۲۔ ملک شاہ، سید، گلزار شمسؒ، ۳۷۸

۴۳۔ حوالۂ مذکور، ۳۷۹

۴۴۔ حوالۂ مذکور، ۳۸۱

۴۵۔ حوالۂ مذکور، ۴۶۱